مفید تبصرہ

امام عبیداللہ سندھی کے مختصر حالات

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ الذی انزل الفرقان علی عبدہ لیکون بہ نذیر للعالمین
والصلوٰۃ والسلام علی صاحب الفرقان الکریم سیدنا محمد و
الہ وصحبہ اجمعین

امابعد! سرزمین سندھ کو گذشتہ ایام میں علوم و معارف اور حقائق کی تحصیل میں یک لا زوال شہرت حاصل تھی یہ کسی سے پوشیدہ نہیں ہے جس وقت دنیا جہالت و ضلالت اور اوہام باطلہ میں مبتلا تھی سندھ علوم و معارف میں کس طرح پیش پیش تھا۔

یہ امر کسی پر مخفی نہیں ہے حکومت قیصریہ اور حکومت کسرویہ جس وقت دنیا پر مسلط تھیں اور دنیا پر ظلم کر رہی تھیں۔ دنیا کو غلام بنا رکھا تھا۔ ان حکومتوں کی توجہ صرف اس طرف تھی کہ جو وہ ٹیکس لوگوں پر لگائیں وہ حاصل کر لیں۔ پھر اس کا انھیں وقت ملتا تھا کہ ٹیکس جن سے وصول کیا گیا ہے۔ ان کی تکاح دنیوی اور اخروی میں کچھ کرنا چاہیے یا نہیں ؟ ساری دنیا کو حیوان لایعقل سمجھ رکھا تھا یہ دونوں حکومتیں انسانوں سے وہ کام لیتی تھیں جو ہم حیوانات سے لیتے ہیں۔ یہ حالت یہ افتاد تھی کہ آفتاب اسلام ہدایت لے کر فاران کی چوٹیوں سے چمکا اور سب سے پہلے اس نے اپنے انوار سے عرب کی وادیوں کو منور کیا۔ اس کے بعد ان نورانی شعاعوں سے ان وادیوں سے ملحق ممالک عجم کو منور کیا۔ قیصر و کسریٰ کی تاریکیوں کا اثر تک باقی نہ رہا۔

ایسے وقت اور ان حالات میں اسلام کی برکتیں، اسلام کے علوم نے سرزمین سندھ کو پوری طرح

سیراب کیا[۱] اور سرزمین سندھ تمام ممالک عجم میں علوم و روایت میں پیش پیش تھی۔ یہ تقدم یہ پیش قدمی مملکت ہند غیر منقسم میں سوائے سندھ کے کسی کو نصیب نہ ہوئی[۲] جب اہل سندھ اسلام میں پختہ ہو گئے اور بڑا حصہ اسلام کا حاصل کر لیا تو انھوں نے اسلام اور مسلمانوں کی بڑی بڑی خدمات انجام دی ہیں۔

---

[۱] جن آئمہ کرام نے اوائل اسلام میں سندھ کو اپنا وطن بنایا۔ ابوحفص ربیع بن صبیح سندھی بصری تھے۔ یہ تبع تابعین اور اعیان محدثین میں سے تھے۔ صادق القول، عابد و زاہد اور متقی تھے اسلام میں سب سے پہلے اسلامی علوم میں اپنی تصنیفات پیش کی ہیں۔ انھوں نے حضرت حسن بصریؒ اور عطاء سے روایات کی ہیں۔ اور ان سے حضرت سفیان ثوری اور وکیع اور ابن مہدی وغیرہ نے روایات کی ہیں۔ صاحب مغنی فرماتے ہیں ابوحفص ابن ربیع بن صبیح نے سرزمین سندھ میں ۱۶۰ھ میں وفات پائی ہے دیکھو سبحۃ المرجان صہ ۲۶۔ ابو سعید غلام مصطفیٰ سندھی۔

[۲] میں کہتا ہوں جو کچھ میں نے کہا ہے اس کی شہادت اس سے ملتی ہے جو محققین، مورخین اور علماء اسماء الرجال نے اس دور کے آئمہ کے تذکرہ میں کیا گیا ہے۔ چنانچہ حافظ ابوبکر احمد بن علی خطیب بغدادی نے نجیح بن عبدالرحمٰن کے ترجمہ میں لکھا ہے۔

ابو معشر سندھی مدنی تھے ابوامامۃ سہیل بن حنیف اور محمد بن کعب قرظی اور نافع مولیٰ ابن عمرؓ اور سعید المقبری اور محمد بن المنکدر اور ہشام بن عروہ سے روایات کی ہیں ——— ان سے ان کے صاحبزادے محمد نے، اور یزید بن ہارون اور محمد بن عمر واقدی اور اسحاق بن عیسیٰ بن طباع اور محمد بن بکار ایانی وغیرہ نے روایات کی ہے اور مہدی ان کو مدینۃ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم بغداد لایا تھا۔ پھر وہ وہیں مقیم رہے اور وہیں ان کی وفات ہوئی اور وہیں مدفون ہوئے۔ مغازی میں وہ اعلم الناس تھے۔

ابونعیم کہتے ہیں مجھے فضل بن ہارون بغدادی نے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں محمد بن ابومعشر سے میں نے سنا ہے۔ وہ کہتے تھے میرے باپ سندھی تھے۔ ان سے پوچھا گیا انہوں نے مغازی کس طرح حاصل کیے تو انھوں نے جواب دیا تابعین ان کے استاذ کے پاس بیٹھا کرتے تھے۔ اور وہ باہم مغازی پر تذکرہ کیا کرتے تھے تو انھوں نے اسے یاد کر لیا۔ (دیکھو تاریخ بغداد ج ۱۳ ص ۲۲۷ اور ۲۲۸)

حافظ مذکور نے ترجمۂ محمد بن ابی معشر سندھی کے ضمن میں لکھا ہے ان کی کنیت ابو عبدالملک تھی اور ابن ابی ذئب اور ابوبکر ہذلی کو انھوں نے دیکھا ہے انھوں نے اپنے باپ سے اور دوسروں سے مغازی سنے ہیں اور ان سے ان کے دونوں بیٹوں داؤد اور حسین نے اور ابو حاتم رازی اور محمد بن لیث جوہری اور ابو یعلی کوصلی نے روایت کی ہے۔ ان کا مقام

یہ حالت سندھ کی ایک ہزار تک رہی اور مسلمانان سندھ مجد و بزرگی کے درجہ تک پہنچے جب گیارہویں صدی ہجری تک پہنچے اس وقت یہی بڑے بڑے علماء دین ارباب تقویٰ وورع موجود تھے مثلاً امام ابوالحسن الکبیر متوفی ١١٣٨ھ[1] اور شیخ محدث محمد حیات سندھی مدنی متوفی ١١٦٣ھ[2] اور مخدوم

حاشیہ صفحہ گزشتہ:

صدوق تھا ابوحاتم رازی کہتے ہیں اور ٢٤٧ھ میں وفات پائی ہے (دیکھو تاریخ بغداد ج ٢ ص ٣٢٦ و ٣٢٧)

نیز اس دور کے اعلام میں ، امام خلف بن سالم ہیں اور یہ ... ہے۔ الفضل ... بن عیاش اور ہشیم بن بشیر اور یحییٰ بن سعید قطان اور عبدالرحمن بن مہدی وغیرہم سے حدیث سنی ہیں ... سے اسمٰعیل بن ابی الحارث، حاتم بن لیث یعقوب بن شیبہ، احمد بن ابی خیثمہ اور جعفر الطیالسی نے سنی ہیں۔

امام احمد بن حنبلؒ سے خلف بن سالم سندھی سے متعلق پوچھا گیا تو انھوں نے فرمایا کہ ان کی صداقت میں شک نہیں کیا جاسکتا۔ سنیچر کے دن رمضان کے سات دن باقی تھے ٢٣٠ھ میں وفات پائی ان کی عمر انہتر (٦٩) سال کی ہوئی ہے۔ دیکھو تاریخ بغداد ج ١ ص ٣٢٨، ٣٢٩۔

[1] اس سے مراد علامہ ابوالحسن نورالدین محمد بن الہادی سندھی، حنفی نزیل، مدینہ منورہ ہیں سندھ میں ٹھٹھہ شہر میں پیدا ہوئے ہیں پرورش پائی پھر انھوں نے تستر کا سفر کیا، وہاں کے شیوخ اور علماء سے علم حاصل کیا۔ اس کے بعد وہ مدینہ منورہ تشریف لے گئے اور وہیں کے وطنی بن گئے اور وہاں سید محمد برزنجی اور ملا ابراہیم الکورانی وغیرہ سے علم حاصل کیا اور حرم نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں درس دیا کرتے تھے۔ فضل و ثقاہت اور اصلاح میں بہت مشہور ہوئے کئی نفع بخش تالیفات اور حواشی لکھے کتب ستہ اور مسند امام احمد بن حنبل پر حواشی لکھے وفات مدینہ منورہ میں اور بقیع میں مدفون ہوئے۔ (دیکھو معجم المطبوعات عربیہ ص ١٠٥٦ اور مسلک الدرر ج ٤ ص ٦٦)

[2] شیخ محمد حیات سندھی حدیث کے مشہور امام ہیں۔ قبیلہ جاربین پیدا ہوئے۔ ان کے والد کا نام ملا فلاریہ ہے۔ عادل پور علاقہ سکھر کے باشندہ تھے جو سندھ میں واقع ہے۔ عادل پور میں پیدا ہوئے وہیں پرورش پائی۔ بڑے ہوئے تو شہر ٹھٹھہ میں منتقل ہوگئے اور مخدوم محمد معین سندھی سے علم حاصل کیا پھر حرمین کی طرف ہجرت کی۔ مدینہ منورہ میں سکونت اختیار کرلی اور شیخ کبیر ابوالحسن محمد بن عبدالہادی سندھی مدنی کی خدمت میں رہے۔ ان سے علم حاصل کیا ٤٤ سال کی عمر میں وفات پائی ان کو شیخ عبداللہ بن سالم بصری مکی اور شیخ ابوطاہر محمد بن ابراہیم کردی، شیخ حسن بن علی العجیمی وغیرہم سے حدیث کی اجازت حاصل کی۔ اور ان سے ایک بڑی جماعت نے علم حاصل کیا۔ ان میں سے شیخ ابوالحسن بن محمد صادق سندھی اور مخدوم قائم سندھی

بقیہ: حاشیہ اگلے صفحہ پر

محقق محمد معین ٹھٹھادی متوفی ۱۱۶۱ھ[1] مخدوم مجدد محمد ہاشم سندھی وغیرہ[2] یہ حضرات ائمہ دین اور محدثین اور فقہا موجود تھے۔ ان جیسے ہم نے سارے ملک ہندوستان میں نہیں پاتے الّا یہ کہ انگلیوں پر گنے جائیں۔
ان دنوں سندھ سندھیوں کے ہاتھ میں تھا۔ اور سندھی ہی سندھیوں پر فرمانروائی کرتے تھے اگر تم

بقیہ: صفحہ گزشتہ

اور محدث محمد فاخر الہ آبادی، شیخ محمد بن عبدالوہاب نجدی اور سید غلام علی بلگرامی وغیرہ نے ان سے تحصیل علم حاصل کی۔ بدھ کے روز تریسٹھ ۶۳ سال کی عمر میں صفر ۱۱۶۳ھ میں مدینہ منورہ میں وفات پائی اور بقیع غرقد میں مدفون ہوئے۔ جیسا کہ تحاف وغیرہ میں مذکور ہے۔ دیکھو کتاب النزہۃ ص ۳۰۱، ۳۰۲ ج ۶

[1] مخدوم محمد معین ابن مخدوم محمد امین سندھی حدیث وکلام اور عربیہ میں خاص پایہ کے شخص گزرے ہیں سندھ میں پیدا ہوئے اور یہیں پرورش پائی۔ شیخ عنایت اللہ سندھی سے آپ نے تعلیم پائی اور دہلی کا سفر کیا اور شیخ ولی اللہ محدث دہلوی سے علم حاصل کیا پھر اپنے وطن واپس لوٹے اور شیخ طریقت ابوالقاسم نقشبندی سے علم طریقت حاصل کیا اس کے بعد سید عبداللطیف بھٹائی سے فیض حاصل کیا اور بہت فیض پایا بہت ذکی اور وحید القریحہ تھے ان کی نظیر ملنا دشوار ہے اور حدیث وکلام میں تو سرے سے ان کا کوئی نظیر و مثال نہ تھا۔ ماہر معارف ادبیہ اور بہت اچھے شعر کہا کرتے تھے ان کی کئی تصنیفات موجود ہیں۔ ایک دراسات اللبیب فی الاسوۃ الحسنہ بالحبیب اور کئی رسالے فلسفہ اور تصوف میں ہیں ۱۱۶۱ھ ٹھٹھہ میں وفات پائی۔

[2] یہ وہ شخص ہیں جن کا پایہ حدیث و فقہ میں بہت بڑا تھا۔ ان کا نام ہاشم بن عبدالغفور ہے ٹھٹھہ سندھ میں پیدا ہوئے۔ بہت سی کتابیں انھوں نے تصنیف کی ہیں۔ انھوں نے مخدوم ضیاء الدین سندھی سے پڑھا ہے اور فقہ اور حدیث میں اس پایہ کے آدمی تھے اسی میں آپ کی شہرت ہوئی اور اپنے تمام معاصرین سے بڑھ گئے آپ درس دیتے فتاوی بھی لکھتے تھے اور سمجھنا چاہیے کہ ترویج احکام اسلام میں آیت من آیات اللہ تھے ان کے ہاتھ پر کئی سو ہندو کیس وغیرہ اسلام لائے ۱۱۷۴ھ میں وفات پائی۔

انھوں نے اپنی تمام عمر اشاعت اسلام میں صرف کر دی اور ایک بڑی جماعت نے آپ سے علم حاصل کیا۔ ان میں آپ کے دو بیٹے علامہ گل محمد متوفی ۱۳۰۶ھ اور مولوی غلام صدیق متوفی ۱۳۲۲ھ اور شیخ محمد ہاشم یاسینی وغیرہ ممتاز ہیں رحمہم اللہ تعالیٰ۔ یہ حضرات علوم کے پیاسوں کو سیراب کیا کرتے تھے۔

اس وقت کو دیکھو تو تعجب کرو یہاں علوم و فنون ظاہری کی ندیاں اور نہریں بہہ رہی تھیں اور دور دور سے علم کے پیاسے یہاں آتے تھے اور سیراب ہوکر واپس لوٹتے تھے۔ پیاسوں کی پیاس یہیں بجھا کرتی تھی اسی طرح علوم باطن کے دریا بھی یہاں متلاطم تھے اور طول و عرض سندھ میں ذکر خدا ہی سننے میں آتا تھا کیا اچھا وقت تھا پس خوشخبری ہے ان اسلام کی اولادوں پر اس کے بعد اہل سندھ ذلت و نکبت اور ہوا پرستی کے غاروں میں گر گئے۔ جبکہ سندھ پر اغیار کی حکومت ہوگئی جو ان کے مذہب کے نہیں ہیں اور جہالت و ضلالت ان میں عام ہوگئی۔

نیز ہم تیرھویں صدی اور چودھویں صدی کے اوائل میں بارہویں صدی کے آثار و تبرکات میں علماء صلحاء اور مشائخ طریقت کو دیکھتے ہیں ان میں نور محمد[1] اور ان کے صاحبزادوں علامہ گل محمد اور علامہ غلام صدیق ... ہیں یہ حضرات تشنگان علوم کو اپنے علوم کی نہروں سے سیراب کرتے تھے۔ ان میں جنید وقت شیخ حافظ محمد صدیق[1] شیوخ طریقت میں خاص درجہ رکھتے تھے۔ سالکین طریقت کے قلوب کو منور کر رہے تھے اور علم باطن کے ذریعہ رب رحیم کی طرف دعوت دیتے تھے۔

شیخ عارف باللہ مجاہد فی سبیل اللہ ابو ... محمود امروٹی[2] اور مفسر عصر علامہ استاذ عبید اللہ سندھی جن کی ہم تفسیر پیش کر رہے ہیں وغیرہ ہوئے ... بارگاہ خداوندی میں دست بدعا ہیں کہ وہ سندھ میں ہمارے گذرے ہوئے اسلاف کے آثار قیامت تک باقی رکھے کہ وہ ہر چیز اور ہر بات پر قادر ہے۔ انما امرہٗ اذا اراد شیئًا ان یقول لہ کن فیکون۔

ادارۂ بیت الحکمت

۱۹۴۹ء میں ادارہ بیت الحکمت کراچی میں قائم کیا گیا تاکہ ہمارے اسلاف کی کارگزاریوں اور علمی کارنامے شائع کیے جائیں۔ خاص کر امام عبید اللہ صاحب سندھی کے امالی شائع کیے جائیں اور اس وقت اہم ترین

---

[1] سید العارفین حافظ محمد صدیق بھرچونڈی سندھی ائمہ طریقہ راشدیہ سے تھے سنی حنفی تھے شرک و بدعت کے سخت مخالف تھے صدر الشہید مولانا شاہ اسمٰعیل اور امیر شہید سید احمد بریلوی کے ساتھیوں میں سے تھے جب حضرات یہ افغانستان کی طرف جا رہے تھے ان کی صحبت سے بہت کچھ فیض حاصل کیا۔ اور ۱۳۰۸ھ میں وفات پائی۔

[2] میں کہتا ہوں شیخ عارف امروٹی سندھی سید العارفین بھرچونڈی کے خلیفہ تھے اور ان کے ہاتھ پر ہزاروں ہندوؤں مسیحی اور نصاریٰ وغیرہ مشرف باسلام ہوئے۔

فرض یہ ہے کہ ادارہ علامہ سندھی کی تفسیر القرآن شائع کرے ۔

یہ تفسیر علامہ سندھی کے امالی ہیں جس کو علامہ موسیٰ جار اللہ نے املا کیے ہیں یہ تفسیر مثل تعلیقات غیر مرتبہ تھی ۔ سب سے پہلے اس کی ترتیب کا اہتمام کیا گیا ہے اور اس کی تبییض کی جائے تاکہ مرتب اور واضح ہو جائے جس سے اصاغر واکابر سب مستفید ہو سکیں ۔ اس اہم کام کے لیے المولیٰ العلامہ سید نور مرشد مکی جو امام سندھی کے ارشد تلامذہ میں سے ہیں متعین کیے گئے علامہ موصوف مکہ مکرمہ سے کراچی تشریف لائے اور مسودہ کی ترتیب و تصحیح میں مشغول ہو گئے اور جب ۱۴ ار جز قرآن حکیم تک اس کی تبییض و تصحیح ہو گئی تو انہیں مکہ سے جو ان کا وطن ہے بلایا گیا ۔ آپ رخصت لے کر کراچی سے تشریف لے گئے لیکن یہ رخصت موت کی رخصت تھی کہ جوار الٰہی میں ابد الآباد تک جا بسے ہارے ۔

اس سانحہ عظیم کو کچھ زیادہ وقت نہیں گزرا تھا کہ اس ادارہ پر ایک دوسری مصیبت آ ٹوٹی ۔ یعنی اخی فی اللہ ۔ عالم ادیب شیخ دین محمد وفائی سندھی مدیر مجلۂ توحید کا انتقال ہو گیا ۔ جو اس ادارہ بیت الحکمت کے سارے مصارف برداشت کر رہے تھے ۔ ان حوادث عظیمہ کے بعد ہم ان دونوں فرائض علمی اور عملی ایک ساتھ چلانے کے قابل نہ رہے ۔ ہم نے صرف جناب باری میں شکایت کی اور صبر جمیل سے کام لیا تاآں کہ خدائے قدوس نے اس اہم امر کی توفیق بخشی

ہم نے مولانا عبید اللہ صاحب کے مسودہ پر نظر ثانی کی اور اس پر کچھ تعلیقات و حواشی لکھے ۔ مواضع مشکلہ کی وضاحت کی چنانچہ پہلی جلد مسودہ سورۂ فاتحہ سے لے کر سورۂ بقرہ تک پوری کر لی اور آج ہم اسے چھپوا کر قارئین کرام کے سامنے پیش کر رہے ہیں ۔

واللہ المستعان وعلیہ التکلان

امام انقلاب، مفسر قرآن، استاذ شفیق

مولانا امام عبید اللہ بن اسلام سندھی

کے مختصر سوانح حیات

امام عبید اللہ رحمۃ اللہ علیہ ۱۲۸۹ھ مطابق ۱۸۶۲ء میں چیانوالی جو سیالکوٹ کلکٹری میں واقع ہے۔ پیدا ہوئے ان کے والدین سکھ تھے جب کچھ ہوشیار ہوئے ۱۲۶۵ھ مطابق ۱۸۶۸ء میں تحصیل علم میں قدم رکھا ریاضی، حساب، جبر، اقلیدس اور تاریخ ہندوستان اس قدر پڑھی جتنی مکاتیب کے اندر پڑھائی جاتی ہے علم کا آپ کو بہت شوق تھا۔ جو کتاب بھی آپ کے ہاتھ لگی اس کا مطالعہ شروع کر دیا۔ نہایت گہری دلچسپی سے مطالعہ کرتے پوری طرح سمجھنے کی کوشش کرتے۔ اتفاق سے ان کتابوں میں کتاب تحفۃ الہند مصنفہ مولانا عبید اللہ صاحب جو برہمن تھے اور اسلام لے آئے تھے ۱۳۰۰ھ ان کے ہاتھ آئی اس کا مطالعہ انھوں نے بہت گہری دلچسپی سے شروع کر دیا اور پوری طرح اس کو سمجھ لیا۔ اس سے مولانا پر حقیقت و حقانیت اسلام کا پوری طرح علم حاصل ہوا، چپکے سے گھر بلکہ ان آبادیوں سے نکلے اور سیدھے سندھ پہنچے، سندھ پہنچنے کے بعد انھوں نے اپنے اسلام لانے کا اعلان کر دیا۔ انھوں نے ہی اپنا نام "عبید اللہ" رکھا جو صاحب تحفۃ الہند کا نام تھا۔ اور سید العارفین حافظ محمد صدیق سندھی قدس اللہ سرہ کی خدمت میں پہنچے اور ۱۳۰۵ھ میں ان کے ہاتھ پر بیعت کی۔ حضرت سید العارفینؒ ان کو کلمۂ توحید کی تلقین فرمائی اور ذکر و فکر حلقۂ سید العارفین سے پورا کر لیا۔ اس کے بعد تحصیل علوم شرعیہ اور اس کے مبادی کی تحصیل میں لگ گئے بعض مشائخ ملتان سے مبادی صرف و نحو حاصل کیا۔ اس کے بعد دارالعلوم "دیوبند" کی طرف رخ کیا۔ صفر ۱۳۰۶ھ میں دیوبند پہنچے کچھ عرصہ کے بعد آپ منطق و فلسفہ کی تحصیل کے لیے کانپور اور رامپور تشریف لے گئے اور منطق و فلسفہ میں مفتی لطف اللہ (علی گڑھی) اور فاضل محقق عبدالحق خیر آبادی صاحب کے خاص شاگردوں سے تعلیم حاصل کی تقریبًا چھ ماہ آپ دیوبند سے غائب رہے پھر صفر ۱۳۰۷ھ میں وہ

دیو بند واپس لوٹے۔ جب کتب فلاسفہ سے آپ فارغ ہوگئے تو آپ نے اصول فقہ کی طرف اپنی توجہ مبذول کی اس کی مبادیات کی تعلیم شیوخ دار العلوم سے حاصل کی۔ ان شیوخ میں ابوالطیب حافظ محمد احمد بن شیخ الاسلام مولانا محمد قاسم دیوبندی اور حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن صاحب دیوبندی سے فقہ میں ہدایہ، مطول، تفسیر بیضاوی اور مشکلات شرح مواقف اور مسلم الثبوت اور اتقان پڑھی پھر ۱۳۰۲ھ میں آپ کی کامیابی اور قابلیت سے دار العلوم کے مشائخ بہت خوش ہوئے ان شیوخ میں مولانا سید احمد دہلوی ہیں ان حضرات نے درجۂ تکمیل کی شہادت دی یہ وہ درجہ ہے کہ دار العلوم دیوبند کی تاریخ میں شاید ایک دو ہی آدمیوں نے اس کی سند وشہادت حاصل کی ہوگی۔ اسی سنہ میں تعلیم کے دوران میں آپ نے مراصد الوصول الی مقاصد الاصول تصنیف فرمائی۔ اس میں مسلم الثبوت کی تلخیص کی اور اس میں ابن ہمام کی تحریر کا اضافہ کیا اور شرح مختصر للعضد وغیرہ تحریر فرمائی۔ جب آپ نے یہ کتابیں اپنے شیخ مولانا محمود حسن صاحب کو پیش کیں تو شیخ بہت ہی خوش ہوئے اور کئی بار ان کو اپنے کپڑے پہنائے۔

جب کتب اصول وکلام سے آپ فارغ ہوگئے تو اپنے استاذ کے استاذ شیخ الاسلام مولانا محمد قاسم نانوتوی دیوبندی کی کتابوں کا مطالعہ شروع کر دیا اور ۱۳۰۳ھ میں خالص کتب حدیث کی تحصیل میں مشغول ہوگئے۔ ترمذی حضرت شیخ الہند سے پڑھی اور ان سے ان کی اجازت حاصل کرلی اور سنن امام ابو داؤد کی سند مولانا رشید احمد سے حاصل کی اور اسی سال آپ کو حضرت شیخ الہندؒ نے اجازت عامہ کی سند عطا کی۔ شیخ نے اپنی کتاب التمہید میں اس کا ذکر فرمایا ہے۔

> حضرت شیخ الہند نے مجھے وصیت فرمائی تھی اور اس سے جو کچھ مجھے یاد ہے وہ یہ ہے:
> کہ اصحاب امہات سنت نے جو کچھ اور جن کو صحیح کہا ہے اس میں قطعاً تنازعات نہ کرنا، اور متاخرین مشککین نے اس بارے میں جو کچھ لکھا ہے اس کی طرف قطعاً التفات نہ کرنا، اور جمع وتطبیق وجہ ترجیح پر قائم کرنا اور پوری توجہ تفقہ احادیث طبقہ اولی موطا امام مالک صحیح بخاری اور صحیح مسلم اور طبقہ ثانیہ سنن ترمذی، ابوداؤد اور نسائی کی طرف فقط کرنا اور اقتصار واختصار کے ساتھ ضرورت کے وقت مسند احمد پر نظر کرنا اور بس اور شرح میں فتح الباری اس کے بعد حجۃ اللہ البالغہ کی طرف رجوع کرنا۔ انتہی

تین برس میں درس نظامی سے فراغت کے بعد (یہ دلیل ہے آپ کے کمال ذہن وذکاوت کی)

آپ نے فلسفہ امام شاہ ولی اللہ کے مطابق درس دیا اور ہمیشہ اس کی پابندی کی اسی طریقہ پر جو امروٹ میں تھا۔ اس کے بعد جب یہاں سے طلباء فارغ التحصیل ہوکر نکلنے لگے اور آپ نے دیکھا کہ یہ فارغ التحصیل طلبا اس ادارے کو اچھی طرح چلالیں گے تو آپ نے مدرسہ ابو تراب کے سپرد کیا۔ آپ کو حضرت شیخ الہند کا حکم ہوا کہ دارالعلوم دیوبند میں آجاؤ آپ ۱۳۲۷ھ میں دیو بند پہنچے اور اس کے بعد وہاں جمعیت الانصار قائم کی جمعیۃ کا کام اس وقت ایک موتمر علمی تھا۔ تکمیل شرعیات کی تنظیم میں دونوں جماعتیں شامل تھیں۔ متخرجین مدرسہ دیوبند اور متخرجین مکاتیب عصریہ جدیدہ یعنی دینی مدارس کے فارغ التحصیل اور انگریزی تعلیم کے فارغ التحصیل طلباء کے لیے تھی اور تمام کے مصارف ہلال احمر برداشت کر رہا تھا جس کی تفصیل مجلات اور اخبارات میں آپ کو ملے گی۔

شیخ نے اس طرح تقریباً چار سال یہاں گزارے پھر جب حکومت برطانیہ اپنے تمام دفاتر کو کلکتہ سے دہلی لائی تو تمام سیاسی جماعتیں اس مرکز میں جمع ہوگئیں۔ ہمارے شیخ علامہ سندھی بھی اپنے شیخ و استاذ کے مولانا محمود حسن کے حکم سے ۱۳۳۱ھ میں دہلی تشریف لے گئے اور نظارۃ معارف قرآنیہ کی بنیاد قائم کی اور یہاں قرآن حکیم کا درس بطریق اعتبار اصول فوزالکبیر شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اور حجۃ اللہ البالغہ شاہ صاحب موصوف کے مطابق سیاست حاضرہ کے مطابق پوری اطلاع اور خبرداری سے دینا شروع کردیا۔ اس جمعیۃ میں بڑے بڑے زعما ملت شریک ہوگئے۔ مثلاً نواب وقار الملک علی گڑھ سے، حکیم اجمل خان صاحب دہلی سے اور یہاں کے نوجوان علماء دین اور قائدین سیاست کا اجتماع ہونے لگا لیکن انہی ایام میں جنگ عمومی شروع ہوگئی۔ حضرت شیخ الہند نے ان کو حکم دیا کہ تم کابل چلے جاؤ چنانچہ ۱۳۳۳ھ میں ادارہ نظارۃ المعارف کو بند کردیا اور دارالرشاد سندھ کو بھی حکومت کے حکم سے بند کردیا۔

شیخ عبیداللہ سندھی صاحب دہلی سے سندھ تشریف لائے۔ معاملہ بہت نازک تھا۔ حکومت

بقیہ صفحہ گزشتہ

میرے شیخ علامہ کو رائی سے میں نے سنا ہے کہ میں نے بھی علامہ سندھی سے قرآن مجید وغیرہ پڑھا ہے اور مکہ مکرمہ سے واپس لوٹنے کے بعد اور اقامت دارالرشاد کے زمانہ میں بہت سے علماء سندھ نے آپ سے علم حاصل کیا۔ مثلاً علی محمد کاکیپوتا اور مولانا عبدالحق ربانی، عالم جلیل حافظ محمد خلیل نزیل سندھ اور اس خاکسار ابوسعید غلام مصطفیٰ قاسمی وغیرہ

انھوں نے اپنے شیخ طریقت سید العارفین سندھی کی طرف مراجعت فرمائی۔ لیکن افسوس شیخ سید العارفین تک پہنچنے سے پہلے تقریباً نو دس دن پہلے سید العارفین وفات پاچکے تھے جس سے آپ کے ہموم اور تفکرات اور بڑھ گئے لیکن سید العارفین کے خواص اصحاب مولانا ابو سراج مخدوم دین پوری اور مولانا ابوالحسن تاج محمود امروٹی نے آپ کی طرف خاص توجہ رکھی اور آپ کی ظاہری و باطنی تربیت فرماتے رہے۔

مولانا امروٹے میں جو بلاد سندھ میں ہے تقریباً دس سال یعنی ۱۳۰۸ھ سے کر ۱۳۱۹ھ تک مقیم رہے اور شیخ امروٹی نے ان کے لیے ایک دینی مدرسہ قائم کر دیا اور نادر و نایاب کتابوں کا ایک زبردست ذخیرہ مہیا کر دیا جس سے وہ درس و تدریس اور تصنیف و تالیف میں مشغول رہیں۔

چند سال کے بعد یعنی ۱۳۱۵ھ میں اپنے شیخ مولانا محمود حسن صاحبؒ کی خدمت میں پہنچے اپنی بعض تالیفات پیش کیں اور حل مشکلات میں آپ کی طرف رجوع کیا اور کتب حدیث کے کچھ حصے مع مسند امام احمد اور معانی الآثار طحاوی اور مؤطا امام مالک بروایت امام یحیی اور بروایت امام محمد اور کتاب الآثار امام محمد شیخ الہند سے پڑھیں ان کتابوں کے پڑھنے میں آپ تنہا تھے نہ کوئی قاری تھا نہ کوئی سامع، اس کے بعد آپ دوبارہ سندھ تشریف لائے۔ اور لوگوں کو ایک مدرسہ قائم کرنے کی رغبت دلائی کہ دارالعلوم دیوبند کی شاخ ہو اس کے لیے انھوں نے بہت مشقت برداشت کی تاآنکہ اللہ تعالیٰ نے اس میں آپ کو کامیاب فرمایا اور ۱۳۱۹ھ میں آپ نے پیر جھنڈا میں دارالرشاد مدرسہ کی بنیاد ڈال دی (پیر جھنڈا حیدرآباد سندھ میں ایک قریہ ہے) اس میں سید ابو تراب محمد رشد اللہ محدث بھی شریک تھے۔ انھوں نے آپ سے کتب حدیث اور تفسیر اور متعلقات حدیث و تفسیر پڑھی [1,2]

---

[1] میں کہتا ہوں اس سے بہت سی مخلوق نے فائدہ اٹھایا۔ ان میں علامہ عبدالوہاب الغلاق سندھی ہیں آپ سے توضیح و تلویح اور ہدایہ وغیرہ پڑھی اور آپ پر خدا رحم فرمائے۔ جدت ذہن میں خدا کی ایک نشانی ہے اور میں نے ان سے بہت مسائل علمیہ کا فائدہ اٹھایا ہے۔ والحمد للہ علی ذالک۔

[2] میں کہتا ہوں دارالرشاد میں علماء کی بہت بڑی جماعت نے علم تحصیل حاصل کیا۔ ان میں سے ایک علامہ محدث شیخ امید علی سندھی ہیں۔ نیز مفسر عصر مولانا احمد علی سندھی لاہوری اور شیخ موحد قاطع بدعت سید ضیاء الدین اور مفسر محقق شیخ عبدالحق لمغاری سندھی اور عامل بالحدیث شیخ محمد اکرم ہالائی اور مولانا مفتی عبدالقادر سندھی وغیرہ ہیں

میں نے صاحب الفضیلۃ مولانا سید وہب اللہ سے سنا ہے کہ وہ کہتے تھے میرے دادا ابو تراب اگرچہ علوم نقلیہ میں ایک ہی تھے لیکن پھر بھی علامہ سندھی سے علم حاصل کیا۔ سلم العلوم منطق میں ان سے پڑھی۔

(بقیہ اگلے صفحہ پر)

دہلی سخت نگرانی کرتی تھی لیکن خدا نے اس مصیبت کو بھی آسان کردیا۔ اور سندھ سے ۱۳۳۴ھ میں کابل کی طرف روانہ ہوگئے کابل پہنچے اور تقریباً سات سال وہاں قیام فرمایا۔ ایک جمعیۃ سیاسیہ قائم کی جس کا نظام عسکری تھا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی سعی و کوشش سے افغانستان کو کامل آزادی دلوائی۔ یہاں اس کی تفصیل کی گنجائش نہیں ہے۔ جب دونوں میں یعنی انگریز اور افغانستان میں صلح ہوگئی تو آپ کا قیام وہاں مشکل ہوگیا۔ آپ نے ارادہ کیا کہ استنبول چلے جائیں۔ یہ زمانہ ۱۳۴۱ھ کا ہے۔ آپ کو مشرقی ادنیٰ کے مطالعہ کا بہت شوق تھا لیکن راستہ آپ کے لیے بہت مسدود سوائے شمال کے کوئی راستہ نہیں تھا۔ آپ سفیر روس سے ملے اور بات چیت کی سفیر صاحب نے آپ کو مبارکباد دی اور پوری پوری مدد کی، راستہ آسان ہوگیا۔ آپ حدود روس میں داخل ہوگئے اور دریا جیحون عبور کرلیا۔ جب شیخ روس میں داخل ہوئے تو انھیں ایک عالم جدید نظر آیا کہ روس نے جدید اساسات پر ملک کی تعمیر کی ہے۔ آپ نے اس جدید تعمیر کے معماروں کو دیکھا۔ اس سے اسلام کے ساتھ آپ کی محبت اور عشق اور زیادہ ہوگیا۔ آپ کے ایمان اور اعتقاد باللہ میں اور زیادہ اضافہ ہوا آپ "ماسکو" میں بہت سے زعماء اور قائدین اشتراکین سے ملے۔ ان کے اصول کا کامل مطالعہ کیا۔ لیکن آپ کامل موحد اور مسلمان ہی رہے۔ کیونکہ اسلام کو آپ نے روسی انقلاب اور ان کے نظریات سے بہت بلند اور غالب پایا۔ یہ اسلام جو ان اشتراکیوں کے انقلاب سے بہت بلند تھا وہ اسلام نہیں تھا جس کا نمونہ اور عمل ہندوستان اور دیگر ممالک میں مل رہا ہے۔ یہاں آپ نے کوئی حکومت اسلامیہ سلاطین استبداد کی قائم کرنا بہت مشکل پایا۔

اس کے بعد شیخ ماسکو سے ترکی تشریف لے گئے۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ مصطفیٰ کمال پاشا مرحوم ترکی کی تعمیر جدید میں مصروف تھے۔ خلافت کا یکسر خاتمہ کردیا اور سوئیزرلینڈ کا قانون جاری کردیا تھا تمام اوقاف کو سرے سے ختم کردیا تھا۔ مدارس دینیہ کو بند کردیا تھا، عربی رسم الخط کو بند کردیا، یہاں شیخ چند سال مقیم رہے اور انقلابات کا بہت گہرا مطالعہ کرتے رہے ہم نہیں کہہ سکتے کہ ان انقلابات نے آپ پر کیا اور کیسا اثر کیا۔ آپ کے دل میں ان کا کیا اثر تھا لیکن شیخ ان لوگوں میں سے نہیں تھے مگر اشیاء دیکھیں اور آنکھیں بند کرکے بیٹھے رہیں اور جو چیز آپ نہ دیکھیں اسے معدوم سمجھ لیں۔ شیخ نے ان حوادث کا گہرا مطالعہ کیا ان کے اسباب پر غور و تدبر کیا۔

جب آپ نے روس اور ترکی کا انقلاب اچھی طرح دیکھ لیا تو آپ مرکز اسلام مکہ مکرمہ پہنچے۔

اور اپنے ساتھ قیمتی تجربات لیتے گئے مکہ مکرمہ میں آپ کا اہم مشغلہ درس و تدریس تھا[1] اور آپ کو آپ کے عرب احباب اور ہندوستان کے احباب کتابیں بہم پہنچا دیتے اور ان کا مطالعہ کرتے اور بڑے بڑے طلباء جو مختلف شعوب عرب سے تھے ان کو پڑھاتے ۔ اسی طرح ہندوستان اور جاوہ کے بڑے بڑے لوگ آپ کے شاگرد ہوئے ۔

انہی برسوں میں آپ نے امام شاہ ولیؒ کی تصنیفات کا اول سے آخر تک کئی بار مطالعہ کیا اور ہندوستان کی تاریخ اور خاص کر مسلمانوں کی تاریخ کا گہرا مطالعہ کیا نیز قیام حجاز کے زمانے میں اپنی ماضی کی زندگی اور تجربات پر گہری نظر کی بہت غور و فکر کی اور تنہائی میں اپنی گذشتہ زندگی اور تجربات پر نظر ثانی فرمائی اور اسی زمانے میں اپنے افکار دینیہ اور سیاسیہ کی ترتیب دی انہیں اپنے افکار کی صداقت پر پورا پورا اذعان اور یقین تھا ۔ یہ یقین و اذعان کبھی متزلزل نہ ہوا ۔ آپ چاہتے تھے کہ اپنے افکار و تجربات سے اپنے اہل وطن کو فائدہ پہنچائیں اس لیے آپ نے تمام قیودات و ضوابط جو حکومت استعماری برطانیہ نے آپ پر لگائیں منظور کر لیں ۔ آپ کو اپنے وطن میں آنے کی اجازت ملی اور وہ تجربات جو آپ نے چوبیس برس میں حاصل کیے تھے ۔ اہل وطن کے سامنے پیش کیے ۔ یہی سبب آپ کے وطن میں واپس لوٹنے کا سبب تھا اور اپنی آخری زندگی کے ایام ہندوستان میں گزارے ۔

چنانچہ جب آپ کراچی کے کنارے ۷ مارچ ۱۹۳۹ء میں اترے تو بلا تامل بلا تاخیر ان افکار کی اشاعت شروع کر دی آپ نے اپنی بعض تقریروں میں فرمایا :

> یہ بڑے بڑے محل جن کو تم فلک الافلاک سے زیادہ بلند اور اونچا سمجھتے ہو ، زمانے کے ہاتھوں نجات نہیں پائیں گے تمہارا تمدن و تہذیب اور تمہارے خیالات تمہاری سیاست

---

[1] شیخ مسجد حرام اور اس سے باہر درس دیا کرتے تھے ۔ نیز بڑے بڑے علماء نے کتب حدیث اور قرآن کریم کا ترجمہ اور فلسفۂ امام شاہ ولی اللہ محدث دہلوی وغیرہ کا درس لیا ۔ مثلاً علامہ موسیٰ جاراللہ روسی نے اس تفسیر کو مرتب اور شیخ عبدالرزاق آل حمزہ ، شیخ محمد نور مرشد مکی ، شیخ عبدالوہاب دہلوی ، شیخ عبدالظاہر ابو سمیح ، شیخ سلیمان الضبیع مدیر مکتبہ حرم ، محمد سندھی مدنی اور محمد تویجری وغیرہ

اب بوسیدہ ہو چکی ہے۔ اگر تم واقعی مسلمان ہو اور مسلمان رہنا چاہتے ہو تو تمہارے بڑے بڑے امرا اور حکام جو شہوات و خواہشات کی اتباع کرتے ہیں اور فقراء اور غرباء جو بڑی بڑی آرزوئیں اور تمنائیں اور بہت سے خیالات لیے بیٹھے ہیں اپنی اصلاح کریں وگرنہ یاد رکھو زمانے میں تمہارا نام و نشان تک مٹا دیا جائیگا اور صحیح راہ چلو وگرنہ زمین سے فنا کر دیے جاؤ گے۔

حاصل کلام یہ کہ شیخ سندھی کی ساری عمر ایک مباحث اور بے چین دل رکھنے والے کی سی تھی اور خاص شغف میں گذری ایک عزم صادق رکھتے تھے آپ کی ساری عمر اسی جدوجہد میں صرف ہوئی۔

آپ کی عمر جس وقت ستر کی تھی تو اکثر طلباء آپ کی ہمت وعزم دیکھ کر تعجب کرتے تھے کھانے پینے سونے کی پروا نہ کرتے بیت الحکمت جامعہ ملیہ دہلی میں ہوتے اور طلبا کو درس دیتے، آرام کرنے کا نام نہ لیتے نہ کھانے پینے کی پروا کرتے، نہ سخت سے سخت جاڑے کی پروا کرتے نہ سخت سے سخت گرمیوں کی پروا کرتے جب کوئی شخص رات کو آپ کے پاس پہنچتا اور آپ سے استفادہ کرنا چاہتا تو ساری رات اس سے بات چیت اور بحث میں گذار دیتے اور طبیعت میں کسی قسم کا انقباض نہ ہوتا، نہ تکان محسوس کرتے، کبھی آپ ان کو صحراء سندھ میں قریہ پیر جھنڈا میں درس دیتا پائیں گے کبھی آپ ان کو اپنے اصحاب سے بیت الحکمت کے لیے زمین خریدنے کی فکر میں پائیں گے۔ جب آپس قادر نہ ہوتے تو گھاس پھونس کا جھونپڑا بنا لیتے اور اس میں بیٹھ کر طلبا کو درس دیتے یہ آپ کی ہمت وعزم انکساری تھی جو مشکلات ومصائب میں گھری ہوئی تھی۔ لیکن آپ ان سے تھکتے نہیں تھے اور یہ آپ کا ایمان تھا جو اس عمر کو پہنچنے کے بعد بھی قوی ہوتا جاتا تھا۔

امام عبیداللہ سندھی ہر طرف سے کٹ کر اپنے اعمال مقررہ متعینہ پر جمے ہوئے تھے۔ تاآنکہ ۲۱ر اگست ۱۹۴۴ء میں آپ نے داعی اجل کو لبیک کہا اور اپنے رب کی طرف راضیاً مرضیا تشریف لے گئے۔

علامہ کبیر موسیٰ جاراللہ جنھوں نے اس تفسیر کا املا کیا ہے آپ کی وفات ایک رسالہ شیخ محمد سندھی مدنی کو لکھا ہے اس میں لکھتے ہیں۔

امام مجاہد مجتہد عبیداللہ سندھی نے اللہ تعالیٰ کی دعوت قبول کرلی، خوشی بخوشی نفس مطمئنہ کے ساتھ آپ اپنے رب کی طرف گئے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اپنے خاص بندوں میں شامل کرے اور آپ کو جنت الفردوس عطا فرمائے اس آیت کے بموجب جو سورۃ البلد میں ہے۔

يَآاَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ٢٧ ارْجِعِيْٓ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً ٢٨ فَادْخُلِيْ فِيْ عِبٰدِيْ ٢٩ وَادْخُلِيْ جَنَّتِيْ ٣٠

اے روح مطمئن اپنے پروردگار کی طرف چل تو اس سے راضی اور وہ تجھ سے راضی ہمارے بندوں میں شامل ہو جا ہماری بہشت میں جا داخل ہو۔

امام سندھی کا اعتقاد تھا کہ عبادی سے مراد ملاء اعلیٰ ہے چنانچہ سورۂ ص میں ہے :

مَا كَانَ لِيَ مِنْ عِلْمٍ بِالْمَلَاِ الْاَعْلٰٓى اِذْ يَخْتَصِمُوْنَ

عالم بالا کے رہنے والے فرشتے جب آپس میں بحث کرنے لگے مجھ کو ان کی بحث کی کچھ خبر نہیں۔

ملا اعلیٰ کا نام امام شاہ ولی اللہ نے خطیرۃ القدس رکھا ہے اور خطیرۃ القدس کا اعتقاد فلسفہ امام شاہ ولی اللہ کی اصل اساس ہے جس کو فلسفہ حکمائے یونان میں وظیفہ عقل عاشر کہا گیا ہے جس قدر فیضان اور فیوضات الہیہ عالم انسانی پر عرش سے نازل ہوتے ہیں وہ خطیرۃ القدس کے ذریعے نازل ہوتے ہیں۔

میں امام سندھی کو اچھی طرح جانتا ہوں میں نے پہلی مرتبہ ان کو اس وقت دیکھا جب وہ ماسکو تشریف لائے اور بالشیویکوں کا لیڈر زندہ تھا۔ حکومت کے آدمیوں نے ان کا پرزور خیر مقدم کیا۔ حکومت بالشویک امام سندھی کا بڑا احترام کرتی تھی اور امام کے افکار سے مستفید و مستنیر ہوتی تھی وہ ان کے افکار عالیہ اور ارشادات کو انگریزی زبان میں ترجمہ کرکے شائع کرتی تھی میرے پاس ان کی فارسی کا پانچ کتب موجود ہیں۔

میں ماسکو میں استقبال کی غرض سے پہنچا تاکہ آپ کی زیارت کروں اور آپ سے فائدہ اٹھاؤں، چنانچہ کئی دنوں تک میں آپ کی صحبت میں رہا آپ اکثر میرے غریب خانے پر صبح و شام تشریف لاتے تھے۔

پھر میں نے آپ کو "لینن گراڈ" آنے کی دعوت دی میں نے وہاں آپ کا پرزور استقبال کیا اور حکومت نے بھی آپ کا پرزور استقبال کیا لیکن قیام کے لیے امام سندھیؒ نے دوسروں پر مجھے ترجیح دی اور میرے غریب خانے پر قیام فرمایا۔ اور مجھے یہ شرف بخشا آپ رمضان شریف

میں تقریباً دو ہفتہ میرے مکان پر قیام فرما ہوئے اسی اثنا میں نہ تو انھوں نے نہ ان کے اصحاب اور شاگردوں میں سے کسی نے عذر سفر پیش کرکے روزہ چھوڑا۔ میری گھروالی مہمانوں کے لیے خود کھانا اور چائے تیار کرتی تھیں۔ افطار کے وقت جب امام سندھی دسترخوان پر تشریف لاتے تو بڑا وسیع دسترخوان بچھتا۔ دسترخوان کے ارد گرد آپ کے اصحاب اور شاگردوں کا ہجوم ہوتا تھا۔ بعض اوقات روس کے بڑے بڑے علماء آپ سے مستفید ہونے کے لیے آتے اور آپ کی زیارت وصحبت سے مشرف ہوتے۔

امام سندھی اور ان کے شاگرد مرکز بالشویزم میں جو کچھ دیکھنا چاہتے تھے بڑی توجہ سے دیکھتے۔ بہت سی ایسی چیزیں دیکھیں جو دوسروں کو بہت کم دیکھنا نصیب ہوئیں۔

اس مدت میں میں آپ سے کسی وقت جدا نہیں ہوتا تھا سوائے استراحت کے وقت کے یا اس وقت کے جب وہ اپنے اصحاب اور شاگردوں کے ساتھ ہوتے۔ میں نے امام کو اچھی طرح اور ایسا سمجھا جیسا سمجھنے کا حق تھا میں نے آپ کو ایک پکا حنفی اور حنیفی مخلص پایا آپ کی عبادت میں ریا نہ تھی نہ آپ کے کلام اور سیرت میں ریا تھی۔ میں نے آپ کے اپنے علم میں مجتہد، مجاہد صادق اور اپنے اعمال میں سچا پایا۔ آپ بڑی بڑی امیدیں رکھتے تھے، آپ کا ایمان ویقین بہت قوی اور مضبوط تھا اپنے طریقے کی کامیابی پر انھیں قوی امید تھی۔ اور اس بارے میں فوز وفلاح کی امید رکھتے تھے۔

روس سے آپ ۱۹۲۳ء میں نکلے میں نے آپ کو ۱۹۲۶ء میں استنبول میں دیکھا پھر حرمین میں آپ کو پایا اور بہت مدت تک حرم مکی میں آپ کی صحبت میں رہا اور کئی کئی ماہ آپ کی صحبت میں گذارے۔ میں نے پورے اتقان ویقین کے ساتھ آپ کے "امالی تفسیر قرآن" لکھے جو فلسفہ امام ولی اللہ دہلوی کے مطابق تھے میں آپ کے افکار اجتماعیہ سے اور قرآن حکیم کے جو مقاصد حکمیہ ان کے پیش نظر تھے ان سے بھی آگاہ ہوں بعض اوقات آپ فرمایا کرتے تھے کہ میں اللہ تعالیٰ کے اس قول کو مؤتمر ادیان میں ثابت کرنا چاہتا ہوں۔ جب ہر شخص اپنے اپنے دین کی کتاب لے کر آئے گا تو ہم کتاب اللہ کی تفسیر فلسفۂ امام ولی اللہ کے بموجب لکھ کر آئیں گے وہ قول یہ ہے:

قُلْ يَآ يُّهَا النَّاسُ اِنِّىْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا — اے پیغمبر ان لوگوں سے کہو تمام انسانوں کی طرف میں پیغمبر بنا کر بھیجا گیا ہوں۔

ہندوستان اور سارے عالم اسلام پر ایک بہت بڑی مصیبت آئی کہ ایک بہت بڑا عالم اور زبردست فاضل دنیا سے رخصت ہوا۔

پس امت کے علماء کرام، سادات عظام سرداران قوم اور اغنیاء و امراء کا فرض ہے کہ امام سندھی کی امیدوں اور مقاصد کو زندہ رکھیں اور انھیں زندہ رکھنے کا طریقہ یہی ہے کہ امام سندھی نے جو ارشادات قرآن کریم کے بارے میں فرمائے ہیں۔ عملاً انھیں زندہ رکھیں خدا کا فرمان ہے!

مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً ج ۹۰ — جو شخص عمل صالح کرتا ہے مرد ہو یا عورت وہ ایمان والا ہے ہم اس کی زندگی نہایت اچھی بسر کرائیں گے۔

یہ ہیں وہ خیالات اور مزید تبصرہ آپ کی حیات پر اس تفسیر کے جامع علامہ موسیٰ جار اللہ رحمہ میں اور آپ کی مصنفات تفسیر جلد ثانی میں انشاء اللہ پائیں گے۔

ابو سعید غلام مصطفیٰ القاسمی

ابن حافظ الحاج محمود سندھی غفرلہٗ ولوالدیہ

والمشائخہ اجمعین